S_1996_6_339_346

عدالت عظمیٰ رپوٹس 1996 ایس یو پی پی 6 ایس سی آر

کلدیپ سنگھ

بنام۔

پنجاب کی ریاست اور دیگران

16 ستمبر 1996

بی۔پی۔جیون ریڈی اور کے۔ایس۔پریپوران، جسٹسز۔

سروس لا۔پنجاب پولیس ایکٹ 1861:

پنجاب پولیس قوائد، 1934-دفعہ 7-قوائد 16.1 اور برخاستگی اور تفتیش کا اختیار۔

بھارت کا آئین 1950-آرٹیکل (3)(b)(2)311-حقائق اور حالات کی مناسب تشخیص پر درج تادیبی اتھارٹی کی اطمینان کے ساتھ انکوائری کو ختم کرنے کی شرط-تادیبی اتھارٹی کا فیصلہ حتمی ہے لیکن عدالتی جائزے سے مشروط ہے-تادیبی اتھارٹی کا فیصلہ، جس کی تصدیق اپیلٹ اتھارٹی نے اپیل کنندہ کے خلاف تحقیقات نہ کرنے، دہشت گردوں کی مدد کرنے کے لیے کی ہے-عدالت عالیہ اس نظریے سے مطمئن ہے-عدالت عظمیٰ مداخلت نہیں کرے گی اور مختلف نظریہ اختیار کرے گی۔

شواہد ایکٹ، 1872-دفعات 25 اور 26-پولیس افسر کے سامنے کیے گئے اعترافات-محکمہ جاتی انکوائری میں مطابقت-اگر نظم وضبط اتھارٹی اور اپیلٹ اتھارٹی کے ذریعہ رضا کارانہ اور سچ کے طور پر قبول کیا جاتا ہے-تو عدالت عظمیٰ اس سوال میں نہیں جائے گی-محکمہ جاتی انکوائری پر لاگو نہیں ہونے والے شواہد کے سخت قواعد-قدرتی انصاف کے اصولوں اور انکوائری کو کنٹرول کرنے والے قواعد پر عمل کیا جانا چاہیے۔

سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس نے آئین کے آرٹیکل (2) 311 کی شق (بی) اور پنجاب پولیس ایکٹ 1861 کے دفعہ 7 کے ساتھ پڑھے جانے والے پنجاب پولیس رول 16.1 پر زور دیتے ہوئے اپیل کنندہ، ایک ہیڈ کانسٹیبل، کو برطرف کر دیا، جو دہشت گردوں کی مدد کر رہا تھا۔تفتیش نہ کرنے پر سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس کا اطمینان یہ تھا کہ حالات ایسے تھے کہ اپیل گزار کے خلاف تفتیش کرنا معقول طور پر قابل عمل نہیں تھا، کیونکہ زندگی کے خوف کی وجہ سے کسی گواہ کے اس کے خلاف گواہی دینے کا امکان نہیں تھا۔اپیل کنندہ کی طرف سے پیش کردہ اپیل کو انسپکٹر جنرل آف پولیس نے مسترد کر دیا تھا۔عدالت عالیہ نے

ان کی اپیل کو بھی مسترد کرتے ہوئے کہا کہ انضباطی اتھارٹی کے سامنے تحقیقات نہ کرنے کے لیے کافی مواد موجود ہے۔اپیل کنندہ نے اس عدالت کو چیلنج کرتے ہوئے کہا کہ پوچھ گچھ کے دوران پولیس کے سامنے کیے گئے اعتراف جرم کے علاوہ اس کے خلاف کوئی اور مواد نہیں ہے جس سے اسے برخاست کیا جا سکے اور اسے نامزد عدالت نے بری کر دیا تھا۔

اپیل کو مسترد کرتے ہوئے، یہ عدالت

منعقد: 1. اگرچہ ایویڈنس ایکٹ کی دفعہ 25 اور 26 کے مطابق، پولیس افسر کی حراست سے پہلے یا اس کے دوران کیا گیا اعتراف قابل قبول نہیں ہے، لیکن یہ اچھی طرح سے طے شدہ ہے کہ یہ قواعد محکمہ جاتی تفتیش پر لاگو نہیں ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ غیر قانونی تلاش کے نتیجے میں برآمد یا دریافت ہونے والے شواہد بھی ریاستہائے متحدہ کے قانون سے ہٹ کر بھارت میں متعلقہ ہیں۔ یہ حقیقت کہ پولیس کے سامنے اعتراف جرم کیا گیا تھا، اس وجہ سے زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا کہ محکمہ جاتی تفتیش پر ثبوت کے سخت قوانین کا اطلاق نہیں ہوتا ہے اور اس طرح اپیل کنندہ کا اعتراف جرم متعلقہ ہے۔ محکمہ جاتی تفتیش میں، حکام کے لیے شاید یہ ثابت کرنا جائز ہوگا کہ اپیل کنندہ نے پوچھ گچھ کے دوران اس طرح کا اعتراف کیا تھا اور یہ تادیبی اتھارٹی کا کام ہوگا کہ وہ فیصلہ کرے کہ یہ رضاکارانہ تھا یا نہیں۔ نظم وضبط کا اختیار اس طرح کے بیان پر عمل کرنے کا حقدار ہے اگر یہ رضاکارانہ اور درست ہے۔ ایک بار جب تادیبی اتھارٹی کے ساتھ ساتھ اپیلٹ اتھارٹی یہ نتیجہ اخذ کر لیتی ہے کہ اپیل کنندہ کا اعتراف رضاکارانہ ہے، تو یہ عدالت اس کے رضاکارانہ ہونے یا نہ ہونے کے سوال پر غور نہیں کرے گی۔ (345-ایچ)

2. بلاشبہ، اپیل کنندہ کے اعتراف کے علاوہ کوئی اور مواد موجود نہیں ہے۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ اپیل کنندہ کو نامزد عدالت نے بری کر دیا تھا، تاہم، عدالت عالیہ نے رائے دی ہے کہ مناسب اتھارٹی کے سامنے کافی مواد موجود ہیں جن پر وہ اس معقول نتیجے پر پہنچ سکتی ہے کہ آئین کے آرٹیکل 311 کی شق (2) کے مطابق انکوائری کرنا معقول قابل عمل نہیں تھا۔ اس مرحلے پر اس کے برعکس نظریہ اختیار کرنے کا جواز پیش کرنے کے لیے کچھ نہیں دکھایا گیا ہے۔ ایک بار جب آرٹیکل 311(2) کی شق (بی) کو جائز طور پر نافذ کیا جاتا ہے، تو متعلقہ سرکاری ملازم کے پاس واحد بنیاد باقی رہ جاتی ہے کہ وہ اصل میں دی گئی سزا کو غیر ضروری قرار دے۔ فوری معاملے میں، اپیل کنندہ کو دی گئی سزا کو حد سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا۔ (346-بی-ای)

کورومابنام ملکہ، (1955) اے سی 197، حوالہ دیا گیا۔

یونین آف انڈیا بنام تلسی رام پٹیل، (1985) اسی یو پی پی ایل۔2 ایس سی آر 131؛ پورن مل

بنام ڈائریکٹر آف انسپیکشن ، (1974) 1 ایس سی سی 345؛ اسٹیٹ آف میسور بنام ایس ایس مکاپور، اے آئی آر (1963) ایس سی 375 اور اسٹیٹ آف آسام بنام ایس کے۔ داس، اے آئی آر (1970) ایس سی 255، پر بھروسہ کیا۔

دیوانی اپیلٹ کا دائرہ اختیار 1996 کے: دیوانی اپیل نمبر 12313۔

1993 کے سی ڈبلیو پی نمبر 14895 میں پنجاب اور ہریانہ عدالت عالیہ کے 10.12.93 کے فیصلے اور حکم سے۔

اپیل کنندہ کے لیے آر۔ ایس۔ سودھی۔

جواب دہندگان کے لیے منوج سوروپ۔

عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

بی۔ پی۔ جیون ریڈی جسٹس۔ اجازت دی گئی۔

یہ اپیل پنجاب اور ہریانہ عدالت عالیہ کے اپیل کنندہ کی طرف سے دائر رٹ پٹیشن کو مسترد کرنے کے فیصلے سے پیدا ہوتی ہے۔ اپیل کنندہ حکومت پنجاب کی خدمت میں پولیس کا ہیڈ کانسٹیبل تھا۔ انہیں بھارت کا آئین کے آرٹیکل 311 کی شق (2) کے مطابق تحقیقات کیے بغیر ملازمت سے برخاست کر دیا گیا ہے۔ سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (ایس ایس پی) ترن تران نے مذکورہ شق (2) کے ساتھ منسلک شق (بی) کو اس بنیاد پر خارج کر دیا ہے کہ اپیل کنندہ کے معاملے میں اس طرح کی انکوائری کرنا معقول طور پر قابل عمل نہیں ہے۔ برخاستگی کا حکم 21 فروری 1992 کا ہے۔ اپیل گزار کی طرف سے پیش کی گئی اپیل کو انسپکٹر جنرل آف پولیس، بارڈر رینج، امرتسر نے 22 جون 1993 کو مسترد کر دیا تھا۔ حکم یا برخاستگی اور اس کی تصدیق کرنے والے اپیلٹ آرڈر پر اپیل کنندہ نے پنجاب اور ہریانہ عدالت عالیہ میں ایک رٹ پٹیشن کے ذریعے سوال اٹھایا تھا جو بھی ناکام ہو گیا ہے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ایس ایس پی ترن تران کی طرف سے جاری کردہ برخاستگی کا حکم پڑھتا ہے:

" جبکہ اس ضلع کے ہیڈ کانسٹیبل کلدیپ سنگھ نمبر 2874 / ٹی ٹی کو پولیس فورس کے موثر کام کاج کے لیے نقصان دہ سرگرمیوں میں ملوث پایا گیا ہے۔ اس کے انتہا پسندوں کے ساتھ بہت قریبی تعلقات ہیں اور محکمہ پولیس کی معلومات فراہم کر کے ان کی مدد کرتا ہے۔

اور جب کہ یہ ثابت ہوا ہے کہ ہیڈ کانسٹیبل کلدیپ سنگھ نمبر 2874 / ٹی ٹی انتہا پسندوں کے ساتھ ملا ہوا ہے اور اسے محکمہ پولیس سے متعلق معلومات فراہم کرنے کا ذمہ دار پایا گیا تھا۔

اور جب کہ قانون اور عام انتظامیہ کی دیکھ بھال اور پولیس ضلع ترن تران کے ہیڈ کانسٹیبل کلدیپ سنگھ نمبر 2874 / ٹی ٹی کو برقرار رکھنے کے مفاد میں ناپسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔

اور جب کہ میں مطمئن ہوں کہ کیس کے حالات ایسے ہیں کہ اگر پنجاب پولیس قوائد 16.24 میں فراہم کردہ انداز میں انکوائری کرنا معقول طور پر قابل عمل نہیں ہے کیونکہ اس کی جان کے نقصان کے خوف کی وجہ سے کسی گواہ کے اس کے خلاف گواہی دینے کا امکان نہیں ہے۔

اب، اس لیے، میں اجیت سنگھ، سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس، ترن، پنجاب پولیس قوائد 16.1 توضیعات کی بنیاد پر جو پولیس ایکٹ 1861 کی دفعہ 7 اور بھارت کے آئین کا آرٹیکل (2)311 کے ساتھ پڑھے گئے ہیں، ان اختیارات کا استعمال کرتے ہوئے ہیڈ کانسٹیبل کلدیپ سنگھ نمبر 2874 / ٹی ٹی کو 21.2.1992 سے ملازمت سے برخاست کرتا ہوں۔

اپیل پر، اپیلٹ اتھارٹی نے پایا کہ اپیل کنندہ کے دہشت گردوں کے ساتھ روابط تھے اور ان کے ساتھ ملاپ کیا گیا تھا اور وہ دہشت گردوں کو محکمہ پولیس کی خفیہ معلومات فراہم کر رہا تھا جس سے محکمہ پولیس کے ہموار کام کاج میں رکاوٹ پیدا ہو رہی تھی۔ اپیلٹ اتھارٹی نے یہ بھی پایا کہ اپیل کنندہ کے خلاف تحقیقات کرنا ناممکن تھا کیونکہ کوئی بھی ایسے "عسکریت پسند پولیس اہلکار" کے خلاف گواہی دینے کے لیے آگے نہیں آئے گا۔ اپیلٹ اتھارٹی نے اس حقیقت کا بھی حوالہ دیا کہ اپیل کنندہ سے ایک کیس، ایف آئی آر نمبر 210/90 میں پوچھ گچھ کی گئی تھی، اور پوچھ گچھ کے دوران اس نے اعتراف کیا کہ اس کے میجر سنگھ شاہد اور سیتل سنگھ جلکھڑ کے ساتھ روابط تھے اور وہ ان کے لیے کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنے حکم میں مزید کہا کہ اپیل کنندہ اپنے عہدے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ سینئر پولیس افسران کو قتل کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔

عدالت عالیہ نے پایا کہ ایس ایس پی کی طرف سے انکوائری کو ختم کرنے کے لیے دی گئی وجوہات قابل قبول ہیں اور اس کی طرف سے درج کردہ اطمینان کو بلا جواز یا غیر ضروری نہیں کہا جا سکتا۔ عدالت عالیہ کی یہ بھی رائے تھی کہ تادیبی اتھارٹی کے سامنے یہ نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کافی مواد موجود ہے کہ اپیل کنندہ کے خلاف باقاعدہ تحقیقات کرنا مناسب نہیں تھا۔

اس اپیل میں، اپیل کنندہ کے فاضل وکیل سری آر ایس سودھی نے دعوی کیا ہے کہ ایف آئی آر نمبر 219/90 میں پوچھ گچھ کے دوران پولیس افسران کے سامنے اپیل کنندہ کے مبینہ اعتراف/ اعتراف کے علاوہ، کوئی اور مواد نہیں ہے جس پر تادیبی اتھارٹی یہ نتیجہ اخذ کر سکے کہ اپیل کنندہ کو برخاست کرنا ضروری تھا۔ انہوں نے پیش کیا کہ اس طرح کا اعتراف/ اعتراف قانون میں ناقابل قبول ہے اور اس لیے برخاستگی

کے حکم کی بنیاد نہیں بن سکتا۔ فاضل وکیل نے یہ بھی پیش کیا کہ تادیبی اتھارٹی کی طرف سے عدالت کے سامنے کوئی ایسا مواد پیش نہیں قابل ہے جس پر وہ مطمئن ہو کہ آرٹیکل 311 کی شق (2) کے مطابق اپیل کنندہ کے خلاف تادیبی تحقیقات کرنا مناسب نہیں تھا۔ فاضل وکیل نے ہمارے نوٹس میں یہ بھی لایا کہ اگرچہ اپیل کنندہ پر مقدمہ چلایا گیا اور نامزد عدالت، امرتسر کے سامنے ایف آئی آر نمبر 1 میں جرم کے سلسلے میں دہشت گردی اور خلل ڈالنے والی سرگرمیوں کے قانون کے تحت مقدمہ چلایا گیا، لیکن اسے مذکورہ عدالت نے بری کر دیا ہے۔

دوسری طرف، جواب دہندگان کے فاضل وکیل نے عدالت عالیہ کے استدلال اور نتیجے کے ساتھ ساتھ حکام کی کارروائی کی بھی حمایت کی

اس معاملے میں 22 اپریل 1996 کو دی ہماری ہدایت پر، ریاست کے وکیل نے متعلقہ دستاویز کی ترجمہ شدہ کاپیوں کے ساتھ اپیل کنندہ کی برطرفی سے متعلق اصل ریکارڈ پیش کیا ہے۔ ریاست کے فاضل وکیل کی طرف سے ہمارے سامنے رکھی گئی پہلی دستاویز 24 نومبر 1990 کی ایف آئی آر نمبر 219/90 کی کاپی ہے۔ یہ ہیڈ کانسٹیبل ہردیو سنگھ کے بیان پر مبنی ہے، جو پولیس سپرنٹنڈنٹ (ایس پی) (آپریشنز) سری ہرجیت سنگھ کے ساتھ بندوق بردار کے طور پر تعینات تھا۔ ایف آئی آر اس جیپ (جس میں مذکورہ ایس پی کچھ پولیس اہلکاروں کے ساتھ سفر کر رہا تھا) کو دھماکے سے اڑا دیا گیا جس میں مذکورہ ایس پی اور چند دیگر پولیس اہلکار ہلاک ہو گئے۔ ہمارے سامنے رکھی گئی اگلی دستاویز مذکورہ جرم سے متعلق کیس ڈائری ہے جس میں اپیل کنندہ کلدیپ سنگھ کا بیان ہے۔ اپنے بیان میں کلدیپ سنگھ نے کچھ نامزد عسکریت پسندوں کے ساتھ اپنی وابستگی، ترن تران کے سپرنٹنڈنٹ آف پولیس سری ہرجیت سنگھ کو بم رکھ کر قتل کرنے کی ان کی سازش اور اس سازش کو انجام دینے کے طریقے کے بارے میں واضح طور پر بیان کیا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس نے اور اس کے عسکریت پسند ساتھیوں نے ایس ایس پی، ترن تران کے دفتر میں بم نصب کرنے کا منصوبہ بنایا تھا لیکن پولیس افسران کو مذکورہ منصوبے کا علم ہو گیا، اس طرح ان کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔ ریاست پنجاب کے فاضل وکیل نے تسلیم کیا کہ اپیل کنندہ کے اعتراف/ اعتراف کے مذکورہ بیان کے علاوہ کوئی اور مواد موجود نہیں ہے جس پر اپیل کنندہ کو ملازمت سے برخاست کرنے کا جواز موجود ہے۔

آرٹیکل (2) 311 کے پروویسو (بی) میں کہا گیا ہے کہ شق (2) کے ذریعہ زیر غور انکوائری منعقد کرنے کی ضرورت نہیں ہے "جہاں کسی شخص کو برخاست کرنے یا ہٹانے یا اسے عہدے سے کم کرنے کا اختیار رکھنے والا اتھارٹی مطمئن ہو کہ کسی وجہ سے، اس اتھارٹی کے ذریعہ تحریری طور پر درج کیا جائے، اس

طرح کی انکوائری کرنا معقول طور پر قابل عمل نہیں ہے"۔ آرٹیکل 311 کی شق (3) میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ "اگر، مذکورہ بالا کسی ایسے شخص کے سلسلے میں، یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایسی انکوائری کرنا معقول طور پر قابل عمل ہے جس کا حوالہ شق (2) میں دیا گیا ہے، تو اس پر ایسے شخص کو برخاست کرنے یا ہٹانے یا اسے عہدے سے کم کرنے کا اختیار رکھنے والے اتھارٹی کا فیصلہ حتمی ہوگا"۔ یہ توضیعات یونین آف انڈیا بنام تلسی رام پٹیل، (1985) suppl. 131 scr 2 میں اس عدالت آئینی بنچ کے زیر غور موضوع رہی ہیں۔۔ مذکورہ فیصلے میں کچھ متعلقہ ہولڈنگز کا نوٹس لینا مناسب ہوگا:

" کسی سرکاری ملازم کو تفتیش کے اس کے آئینی حق سے انکار کرنے سے پہلے، پہلا غور یہ ہوگا کہ آیا متعلقہ سرکاری ملازم کا طرز عمل ایسا ہے جو برخاستگی، برطرفی یا عہدے میں کمی کی سزا کا جواز پیش کرتا ہے۔ ایک بار جب اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے اور دوسری شق کی متعلقہ شق میں بیان کردہ شرط پوری ہو جاتی ہے، تو وہ شرط لاگو ہو جاتی ہے اور سرکاری ملازم انکوائری (p.205) کا حقدار نہیں ہوتا ہے۔ جہاں تشدد کا ماحول یا عام نظم و ضبط اور نافرمانی کا ماحول موجود ہو وہاں انکوائری کرنا معقول طور پر قابل عمل نہیں ہوگا، اور اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ متعلقہ سرکاری ملازم اس طرح کا ماحول پیدا کرنے میں فریق ہے یا نہیں۔ انکوائری کے انعقاد کی معقول عملی حیثیت انضباطی اتھارٹی کی طرف سے کی جانے والی تشخیص کا معاملہ ہے۔ اس طرح کا اختیار عام طور پر موقع پر ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تادیبی اتھارٹی اس کا بہترین جج ہے۔ آرٹیکل 311 کی شق (3) اس سوال پر تادیبی اتھارٹی کے فیصلے کو حتمی بناتی ہے۔ آرٹیکل (3)311 کے ذریعے تادیبی اتھارٹی کے فیصلے کو دی گئی حتمی حیثیت عدالت پر پابند نہیں ہے جہاں تک اس کے عدالت جائزے کے اختیار کا تعلق ہے (p.270) جہاں کسی سرکاری ملازم کو شق (بی) یا سروس کے قواعد کے یکساں التزام کو لاگو کر کے برخاست کیا جاتا ہے، ہٹا دیا جاتا ہے یا عہدے میں کم کیا جاتا ہے اور وہ آرٹیکل 226 کے تحت یا آرٹیکل 32 کے تحت اس عدالت سے رجوع کرتا ہے، عدالت ان معاملات میں عدالت جائزے کے اختیار کے استعمال کے لیے عدالت عالیہ میں اچھی طرح سے قائم بنیادوں پر مداخلت کرے گی جہاں انتظامی صوابدید کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اس بات پر غور کرے گا کہ آیا سروس رولز میں شق (بی) یا اسی طرح کی شق کا مناسب طریقے سے اطلاق کیا گیا تھا یا نہیں۔ وجوہات کی مطابقت کا جائزہ لیتے ہوئے عدالت اس صورت حال پر غور کرے گی جس نے تادیبی اتھارٹی کے مطابق اس نتیجے پر پہنچا کہ انکوائری کرنا معقول طور پر قابل عمل نہیں تھا۔ تادیبی اتھارٹی کی طرف سے دی گئی وجوہات کی مطابقت پر غور کرتے ہوئے، عدالت، تاہم، پہلی اپیل عدالت کی طرح ان پر فیصلے میں نہیں بیٹھے گی۔ (p.273-274)" .

فیصلے میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے کہ اکثر آرٹیکل (2)311 کی دوسری شق میں تین شقوں میں سے کسی کے تحت زیر بحث کسی شخص کو اپیل کا حق حاصل ہوتا ہے جہاں مناسب اتھارٹی کے ذریعے لیے گئے فیصلے کی درستگی کا جائزہ لیا جائے گا، یقیناً، آئین میں فراہم کردہ عدالتی جائزے کے روح سے۔

اب اپیل کنندہ کے فاضل وکیل کے مرکزی دلیل پر آتے ہوئے، یہ سچ ہے کہ کسی پولیس افسر سے پہلے یا اس کی تحویل میں رہتے ہوئے کسی جرم کے ملزم شخص کی طرف سے جرم کا اعتراف یا اعتراف ثبوت ایکٹ کی دفعہ 25 اور 26 کے مطابق عدالت میں قابل قبول نہیں ہے لیکن یہ یکساں طور پر طے شدہ ہے کہ ثبوت کے یہ اصول محکمہ جاتی انکوائریوں پر لاگو نہیں ہوتے ہیں دیکھیں ریاست میسور بنام ایس ایس مکاپور، اے آئی آر (1963) ایس سی 375 اور ریاست آسام بنام ایس کے داس، اے آئی آر (1970) ایس۔ سی۔ 1255-جس میں واحد امتحان فطری انصاف کے اصولوں کی تعمیل ہے- اور، یقیناً، انکوائریوں کو کنٹرول کرنے والے قواعد کی تعمیل، اگر کوئی ہو۔ اس تناظر میں، یہ یاد رکھنا بہتر ہے کہ بھارت میں، غیر قانونی تلاش کے نتیجے میں برآمد یا دریافت ہونے والے شواہد کو ریاستہائے متحدہ میں قانون سے ہٹ کر متعلقہ قرار دیا جاتا ہے۔ ہم کروما بمقابلہ ملکہ، (1955) اے سی 197 میں پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی کے درج ذیل مشاہدات کا حوالہ دے سکتے ہیں، جس کا حوالہ اس عدالت آئینی بنچ نے پوران مل بمقابلہ ڈائریکٹر آف انسپکشن، (1974) 1 ایس سی سی 345 میں 256 پر منظور کیا ہے:

" دیوانی اور فوجداری دونوں مقدمات میں، اس بات پر غور کرنے کے لیے کہ آیا ثبوت قابل قبول ہے، ٹیسٹ کا اطلاق کیا جانا چاہیے، یہ ہے کہ آیا یہ معاملے کے معاملات سے متعلق ہے یا نہیں۔ اگر ایسا ہے تو یہ قابل قبول ہے، اور عدالت کو اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ اسے کیسے حاصل کیا گیا۔"

اس لحاظ سے، اگر اپیل کنندہ کا اعتراف متعلقہ ہے، تو یہ حقیقت کہ یہ پولیس کے سامنے کیا گیا تھا یا پولیس کی تحویل میں ہونے کے دوران اس وجہ سے زیادہ نتیجہ خیز نہیں ہوسکتا کہ محکمہ جاتی / تادیبی انکوائریوں پر شواہد ایکٹ کے سخت قوانین لاگو نہیں ہوتے ہیں۔ محکمہ جاتی تفتیش میں، حکام کے لیے شاید یہ ثابت کرنا جائز ہوگا کہ اپیل کنندہ نے پوچھ گچھ کے دوران اس طرح کا اعتراف کیا تھا اور یہ تادیبی اتھارٹی کو فیصلہ کرنا ہوگا کہ آیا یہ رضا کارانہ اعتراف/ اعتراف ہے یا نہیں۔ اگر تادیبی اتھارٹی اس نتیجے پر پہنچتی ہے کہ بیان واقعی رضا کارانہ اور درست تھا، تو وہ مذکورہ بیان پر عمل کرنے کا حقدار ہوسکتا ہے۔ یہاں، حکام کا کہنا ہے کہ وہ اپیل کنندہ کے اعتراف جرم کی سچائی سے مطمئن ہیں۔ بلاشبہ کوئی دوسرا مواد نہیں ہے۔ یہ حقیقت بھی ہے کہ اپیل کنندہ کو نامزد عدالت نے بری کر دیا ہے۔ ہمیں یہ ضرور کہنا چاہیے کہ اس معاملے کے حقائق نے ہمیں ایک

مشکل انتخاب کے ساتھ پیش کیا۔تاہم، حقیقت یہ ہے کہ عدالت عالیہ نے رائے دی ہے کہ مناسب اتھارٹی کے سامنے کافی مواد موجود ہے جس پر وہ اس معقول نتیجے پر پہنچ سکتی ہے کہ آرٹیکل 311 کی شق (2) کے مطابق انکوائری کرنا معقول طور پر قابل عمل نہیں تھا۔عدالت عالیہ کے مذکورہ فیصلے کو قبول نہ کرنے کے لیے ہمیں راضی کرنے کے لیے ہمارے نوٹس میں کچھ نہیں لایا گیا ہے۔ یہاں تک کہ عدالت عالیہ میں مدعا علیہان کی طرف سے دائر کاؤنٹر کی ایک کاپی بھی ہمارے سامنے نہیں رکھی جاتی ہے۔ایک بار جب شرط (بی) کو جائز طور پر لاگو کیا جاتا ہے،تو متعلقہ سرکاری ملازم کے پاس کارروائی پر اعتراض کرنے کے لیے کوئی جائز بنیاد نہیں رہ جاتی ہے سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ اس کے خلاف پائے جانے والے حقائق اصل میں دی گئی سزا کی ضمانت نہیں دیتے ہیں۔ جہاں تک موجودہ معاملے کا تعلق ہے، اگر کوئی یہ مانتا ہے کہ اپیل کنندہ کا اعتراف رضا کارانہ اور درست تھا،تو دی گئی سزا کو حد سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا۔اپیل کنندہ کچھ دیگر افراد کے ساتھ مل کر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس اور چند دیگر پولیس اہلکاروں کی موت کا سبب بنا۔یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم 1990-91 سالوں کے دوران پنجاب میں پیدا ہونے والی صورتحال سے نمٹ رہے ہیں۔مزید برآں، اپیلٹ اتھارٹی نے تادیبی اتھارٹی سے بھی اتفاق کیا ہے کہ اس نتیجے پر پہنچنے کے لیے اچھی بنیاد موجود ہیں کہ اپیل کنندہ کے خلاف تادیبی تحقیقات کرنا معقول طور پر قابل عمل نہیں تھا اور یہ کہ اپیل کنندہ اس کے ذریعے اعتراف کردہ جرم کا مجرم تھا۔اپیلٹ اتھارٹی کے خلاف بدنیتی کا کوئی الزام نہیں لگایا گیا ہے۔نظم وضبط اور اپیلٹ حکام موقع پر موجود افراد ہیں اور ہمارے پاس یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ان کا فیصلہ منصفانہ طور پر نہیں آیا ہے۔عدالت عالیہ ان وجوہات سے بھی مطمئن ہے جن کی بنا پر غیر قانونی تحقیقات کو ختم کیا گیا تھا۔ان تمام حالات کے پیش نظر، ہمارے لیے اس مرحلے پر مختلف نظریہ اختیار کرنا ممکن نہیں ہے۔ہمارے لیے اس سوال میں جانا جائز نہیں ہے کہ آیا اپیل کنندہ کی طرف سے کیا گیا اعتراف رضا کارانہ ہے یا نہیں، ایک بار جب اسے تادیبی اتھارٹی اور اپیلٹ اتھارٹی نے رضا کارانہ طور پر قبول کر لیا ہو۔

اس کے مطابق اپیل ناکام ہو جاتی ہے اور اسے مسترد کر دیا جاتا ہے۔ بنا اخراجات کے۔

ایچ۔کے۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔

Meraj U Din Sofi
I am the author of this document

03.08.24